اَلْاَضْحٰی یَوْمُ النَّحْرِ وَیَوْمَانِ بَعْدَہٗ

SARBAKAF PUBLICATIONS
SARBAKAF.BLOGSPOT.COM
+91 8956704184

# تفصیلات


| | | |
|---|---|---|
| نام | : | ایّامِ قربانی صرف تین ہیں! |
| زبان | : | اردو |
| از قلم | : | حضرت مولانا عبد الرشید صاحب قاسمی سدھارتھ نگری دامت برکاتہم |
| تدوین اور ای بک کی تشکیل | : | فقیر شکیب آحمد |
| ایڈیشن | : | اول |
| سنِ اشاعت | : | ستمبر ۲۰۱۶ء / ذوالحجۃ ۱۴۳۷ھ |
| زمرہ | : | اسلامی [ردِّ فرقِ ضالہ] |
| شائع کردہ | : | سر بکف پبلیکیشنز |
| ویب | : | Sarbakaf.blogspot.com |
| قیمت | : | فی سبیل اللہ |





"سر بکف پبلیکیشنز" سے رابطہ

ای میل

SarbakafMagazine@gmail.com

موبائل

+918956704184

الاضحی یوم النحر ویومان بعدہ

# ایام قربانی صرف تین ہیں!

از

حضرت مولانا عبدالرشید قاسمی سدھارتھ نگری دامت برکاتہم

Sarbakaf Publications

# فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

قارئین کرام!

ایامِ قربانی کے بارے میں "چار دن" کے جواز کے قائل احباب کے دلائل کا شافی جواب پچھلے رسالے "ایامِ قربانی چار نہیں!" میں دے دیا گیا تھا۔☆ اس رسالے میں اب "تین دن" کے قائلین کے دلائل بیان کیے جائیں گے جس سے یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ایامِ قربانی صرف تین ہیں۔

اس سلسلے میں جمہور کا استدلال قرآن کریم اور ان احادیث و آثار سے ہے، جن میں آتا ہے، کہ "قربانی" عید الاضحی کے بعد صرف دو دن، یعنی کل تین دن ہیں ؛ چوں کہ "ایام قربانی" کی تحدید و تقدیر غیر مدرک بالقیاس ہے، اس لئے یہ آثار نبی کریم ﷺ کی مرفوع حدیث کے درجہ میں ہیں۔یہ آثار حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہیں۔

## پہلی دلیل: قرآن کریم

اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں تاکہ لوگ اپنے منافع حاصل کریں اور

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (سورہ ۲۲، الحج:۲۸)

☆ رسالۂ مذکورہ "ایامِ قربانی چار نہیں!" از مولانا عبد الرشید قاسمی صاحب، کے ساتھ ساتھ دوسری کئی کتب، سربکف مجلہ کے تمام شمارے، کار آمد ٹولز اور سافٹ ویئر حاصل کرنے کے لیے بلاگ کے ڈاؤنلوڈ پیج (Sarbakaf.blogspot.com) پر جائیں یا فیس بک پیج سے معلومات حاصل کریں۔(ادارہ)

اور اللہ کے دیے ہوئے چوپایوں اور مویشیوں پر معلوم دنوں میں اللہ کا نام لیں، یعنی قربانی کریں۔

اور ''معلوم دن'' صرف تین یعنی ذی الحجہ کا دسواں، گیارہواں اور بارہواں دن ہے نہ کہ تیرہواں دن؛ چنانچہ ---

- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: المعلومات یوم النحر ویومان بعدہ۔ ''معلوم دن'' عید اور اس کے بعد دو دن ہیں۔ (الدر المنثور ۱۔/۴۵۹)
- تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے: عن ابن عمر المعلومات یوم النحر ویومان بعدہ۔
- ''معلوم دن،، عید اور اس کے بعد دو دن ہے۔
- المحلی بالآثار میں ہے: روینا من طریق یحیی بن سعید القطان نا ابن عجلان نا نافع عن ابن عمر انہ کان یقول: الایام المعلومات یوم النحر ویومان بعدہ (۳۱۹/۵ مسألۃ الایام المعدودات و المعلومات)
- حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: معلوم دن دسویں ذی الحجہ اور اس کے بعد دو دن یعنی کل تین دن ہیں۔
- روح المعانی میں ہے: وھی ایام النحر کماذھب الیہ جماعۃ منھم ابو یوسف ومحمد علیھما الرحمۃ وعدتھا ثلاثۃ ایام یوم العید ویومان بعدہ۔
- یعنی '' معلوم دن'' قربانی کے دن ہیں جیسا کہ اس کی طرف ایک جماعت گئی ہے، جن میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں اور قربانی کے (کل) تین دن ہیں، عید کا دن اور اس کے بعد دو دن (روح المعانی ۱۳۸/۹)
- معانی القرآن میں ہے: عن علی بن ابی طالب الایام المعلومات یوم النحر ویومان بعدہ اذبح فی ایھما شئت و افضلھا اولھا۔
- معلوم دن عید اور اس کے بعد دو دن ہیں ان میں سے جس دن چاہے قربانی کرے، افضل پہلا دن ہے (۴۰۰/۴)

- احکام القرآن للجصاص میں ہے : فروی عن علی وابن عمر ان المعلومات یوم النحر ویومان بعدہ۔
- حضرت علی اور عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ''معلوم دن'' عید اور اس کے بعد دو دن ہیں (۵/۶۷)
- امام مالک فرماتے ہیں : المعلومات یوم النحر ویومان بعدہ۔
- ''معلوم ایام'' عید اور اس کے بعد دو دن ہیں۔(المحرر الوجیز ۴/۴۹۳، البحر المحیط ۷/۵۰۲، تفسیر ثعالبی ۳/۲۹)
- احکام القرآن لابن العربی میں ہے : عن مالك الایام المعلومات ایام النحر یوم النحر ویومان بعدہ۔
- امام مالک فرماتے ہیں کہ '' معلوم دن'' قربانی کا دن یعنی عید اور اس کے بعد دو دن ہیں (۵/۳۹۹)
- تفسیر ابن کثیر میں ہے : الایام المعلومات یوم النحر ویومان بعدہ۔
- ''معلوم دن'' عید اور اس کے بعد دو دن ہیں (۵/۴۱۶)
- تفسیر مقاتل بن سلیمان میں ہے : الایام المعلومات یعنی یوم النحر ویومین من ایام التشریق بعد النحر۔
- ''معلوم دن'' یعنی عید کا دن اور عید کے بعد ایام تشریق میں سے (صرف) دو دن ہیں (۱/۱۰۷)
- دوسری جگہ ہے : ویذ کروا اسم اللہ فی ایام معلومات (یعنی ثلاثۃ ایام، یوم النحر ویومین بعدہ الی غروب الشمس)۔
- تاکہ وہ لوگ قربانی کریں ''معلوم دن'' یعنی تین دن، عید کے دن اور اس کے بعد دو دن سورج غروب ہونے تک (۲/۳۸۱)
- تفسیر الشیخ المراغی میں ہے : مارزقهم من الهدایاوالبدن التی اهدوها ایام النحر الثلاثة یوم العید ویومین بعدہ (۱۷/۱۰۸)
- مفردات القرآن للشیخ المراغی میں ہے : الایام المعلومات هی ایام النحر وهی ثلاثة ایام یوم العید ویومان بعدہ۔

- ”ایام معلومات“ قربانی کے دن کو کہتے ہیں اور وہ تین دن ہیں، عید کا دن اور اس کے بعد دو دن (۱/۵۹۵)
- تیسیر التفسیر للقطان میں ہے : فی ایام معلومات ایام النحر الثلاثة وھی یوم العید و یومین بعدہ (۷/۴۵۷)۔
- تاکہ وہ ” معلوم دنوں “ یعنی قربانی کے تینوں دن قربانی کریں اور وہ عید اور اس کے بعد دو دن ہیں۔
- بحر العلوم میں ہے : (ویذکروا اسم اللہ) یعنی ولکی یذکروا اسم اللہ (فی ایام معلومات) یعنی یوم النحر و یومین بعدہ۔ ۔ ۔ ۔ ویقال المعلومات ایام النحرو المعدودات ایام التشریق وھوطریق الفقھاء واشبہ بتاویل الکتاب (۳/۱۵۸)
- تاکہ وہ قربانی کریں معلوم دنوں یعنی عید کے روز اور اس کے بعد دو دن۔۔ کہا جاتا ہے کہ آیت میں ”المعلومات“ سے قربانی کے دن اور ”ا لمعدودات“ سے ایام تشریق مراد ہیں، اور یہ فقہاء کا طریق کار ہے، جو کتاب کی تاویل کے زیادہ مناسب ہے۔

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ ” ایام معلومات“ سے ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ مراد ہے ؛لہٰذا قربانی بھی صرف انہی تین تاریخوں میں صحیح ہو گی۔

## دوسری دلیل: حضرت عبد اللہ بن عمر کا اثر

(۱)مؤطا امام مالک سے : مالك عن نافع عن ابن عمر الاضحی یوم النحر ویومان بعدہ (مؤطامالک۳/۳۹۷)۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دسویں تاریخ کے بعد قربانی دو دن ہے۔یہ حدیث چونکہ اصح الاسانید سے مروی ہے ؛ اس لئے کسی طرح کے کلام کی گنجائش نہیں۔

(۲) المحلی بالآثار سے : من طریق ابن ابی شیبہ عن اسماعیل بن عیاش عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال: الاضحی یوم النحر و یومان بعدہ۔

قربانی یوم النحر (دسویں تاریخ) اور اس کے بعد دو دن ہے۔ (۴۰/۶ مسألة التضحية ليلا ونهارا)

(۳) دوسری روایت: من طریق و کیع عن عبداللہ بن نافع عن ابیہ عن ابن عمر قال: ما ذبحت یوم النحر والثانی والثالث فھی الضحایا (۴۰/۶)

جو جانور دسویں تاریخ اور دوسرے و تیسرے دن ذبح کیا جائے وہ قربانی ہے۔

(۴) سنن کبری سے : اخبرنا ابو احمد عبداللہ بن محمد بن الحسن المھرجانی انبا ابو بکر محمد بن جعفر المزکی ثنا محمد بن ابراھیم العبدی ثنا ابن بکیر ثنا عن نافع ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کان یقول: الاضحی یومان بعد یوم الاضحی (۵۰۰/۹ باب من قال الاضحى يوم النحر ويومين بعده)

قربانی یوم النحر کے بعد دو دن ہے۔

(۵) دوسری روایت: اخبرنا ابوالحسین بن بشران العدل ببغداد انبا اسماعیل بن محمد الصغار ثنا عبدالکریم بن الھیثم ثنا ابو الیمان انبا شعیب قال قال نافع سال ابو سلمہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما بعد النحر بیوم فقال انی بدا لی ان اضحی فقال ابن عمر رضی اللہ عنھما من شاء فلیضح الیوم ثم غدا ان شاء اللہ (۵۰۰/۹ باب من قال الاضحى يوم النحر ويومين بعده)

یعنی حضرت ابو سلمہ نے قربانی (دسویں ذی الحجہ) کے ایک دن بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کہ کیا میں قربانی کر سکتا ہوں ؟ تو حضرت عبد اللہ بن عمر نے جواب دیا: جو آج چاہے قربانی کر لے اور جو چاہے کل آئندہ کر لے۔ (اس کے بعد نہیں )

(۶)احکام القرآن طحاوی سے : حدثنا یونس بن عبد الاعلی قال اخبرنا عبد اللہ بن وھب ان مالکا حدثہ عن نافع عن ابن عمر قال :النحر یومان بعد یوم النحر (۲/۲۰۰ تاویل قولہ تعالی واذکروا اللہ فی ایام معلومات)

ابن عمر کہتے ہیں کہ یوم النحر کے بعد قربانی دو دن ہے۔

(۷)دوسری روایت:حدثنا فھد قال حدثنا ابو نعیم قال حدثنا شعبہ عن ایوب عن نافع قال سال رجل ابن عمر بعد الاضحی بیوم قال نعم وغدا ان شئت (احکام القرآن طحاوی ۲/۲۰۰)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دوسرے دن قربانی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہاں اور اگر چاہے تو کل آئندہ۔

## تیسری دلیل: حضرت علی کا اثر

(۸)سنن کبری بیہقی سے : حدثنا مالک انہ [بلغہ] ان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ کان یقول الاضحی یومان بعد یوم الاضحی (سنن کبری بیہقی ۹/۵۰۰ نمبر ۱۹۲۵۴، مؤطا ۲/۴۸۷ نمبر ۱۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قربانی دسویں تاریخ کے بعد دو دن یعنی کل تین دن ہے۔

یہ حدیث امام مالک سے بلاغاً مروی ہے اور بلاغات مالک؛ بلکہ " مؤطا امام مالک" کی تمام روایات باتفاق محدثین صحیح اور مقبول ہیں ؛اس لئے کہ اگر " مؤطا" کی کسی حدیث کی کسی سند میں انقطاع یا ارسال ہے، تو دوسری صحیح سند سے بھی وہ روایت مل جاتی ہے ؛لہٰذا اس اعتبار سے " مؤطا" کی یہ روایت بھی باتفاق محدثین یا کم از کم جمہور محدثین کے نزدیک صحیح اور مقبول ہو گی۔

- قال ابن حجر الصواب اطلاق ان المؤطا صحيح لا يستثنى منه شيء...... قال ابن عبد البر جميع مافيه من قوله بلغنى ومن قوله عن الثقة مما لم يسنده احد وستون حديثا كلها مسندة من غير طريق مالك الا اربعة (مقدمہ شرح الزرقانی علیا لمؤطا ۱/۶۳، التعلیق الممجد ۱/۵۷)۔
- ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: کہ مؤطا امام مالک کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ اس کی تمام روایات صحیح ہیں اور کوئی روایت اس سے مستثنیٰ نہیں۔۔۔
- امام ابن عبد البر فرماتے ہیں: کہ "مؤطا امام مالک" کی ایسی روایات جن کے بارے میں وہ کہتے ہیں "بلغنی" مجھے پہنچی ہے یا "عن الثقة" مجھ سے ثقہ نے بیان کیا ہے، وہ کل اکسٹھ ہیں، چار روایت کے علاوہ سب امام مالک کے علاوہ دوسرے طریق سے مسند ہیں۔
- "النكت على مقدمه ابن الصلاح للزركشي" میں ہے: لم يحدث مالك عن متروك الاعن عبد الكريم ابى اميه روى عنه حديثين وعن يحيى بن سعيد عن عبد الغفار بن القاسم وعبد الغفار متروك وعاصم بن عبيد الله وعمرو بن ابى عمرو ولم يروعنهما من الاحكام شيأ وكل من روى عنه مالك سوى هؤلاء فهو فيهم حجة (۳/۱۷۳)۔یعنی امام مالک عبد الکریم ابو امیہ، یحییٰ بن سعید، عاصم بن عبید اللہ اور عمرو بن ابی عمرو کے علاوہ کسی متروک راوی سے روایت نہیں کرتے، ان کے علاوہ جن سے بھی روایت کرتے ہیں وہ قابل استدلال ہوتے ہیں۔
- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: قال الشافعی اصح الكتب بعد كتاب الله مؤطا مالك، واتفق اهل الحديث على ان جميع مافيه صحيح على رأى مالك ومن وافقه واما على رأى غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند به من طرق اخرى فلا جرم انها صحيحة من هذا الوجه وقد صنف فى زمان مؤطا مؤطات كثيرة فى تخريج احاديثه ووصل منقطعه مثل كتاب ابن ابى ذئب وابن عيينه والثورى ومعمر (حجۃ اللہ البالغۃ ۱/۲۳۱)۔امام شافعی (رحمہ اللہ) نے فرمایا: اللہ کی کتاب کے بعد سب سے صحیح کتاب "مؤطا امام مالک" ہے، اور محدثین کا اتفاق ہے؛ کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں اور دوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع حدیث ایسی

نہیں ہے کہ دوسرے طریق سے اس کی سند متصل نہ ہو، پس لامحالہ وہ اس طریق سے بھی صحیح ہو گی، اور امام مالک کے زمانے میں "موَطا" کی حدیثوں کی تخریج اور اس کی منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لئے بہت سی "موَطا" تصنیف ہوئی جیسے ابن ابی ذئب، ابن عیینہ، امام ثوری اور معمر کی کتابیں۔

(۹)المحلی بالآثار سے : من طریق [ابن ابی لیلی] عن [المنہال بن عمر] وعن زر عن علی قال النحر ثلاثۃ ایام افضلہا اولہا (۴۰/۶ مسألۃ التضحیۃ لیلا ونہارا)۔

قربانی تین دن ہے، سب سے افضل پہلا دن ہے۔

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابن حزم فرماتے ہیں :

عن علی من طریق ابن ابی لیلی وھو سیئ الحفظ --عن المنہال وھو متکلم فیہ۔

یعنی حضرت علی کی مذکورہ روایت میں ایک راوی ابن ابی لیلیٰ (جو نسائی، ترمذی، ابوداوٗد اور ابن ماجہ کے بھی راوی ہیں ) برے حافظہ والے اوردوسرے (بخاری اور سنن اربعہ کے ) راوی منہال بن عمرو متکلم فیہ ہیں۔

اور ابن حزم کا یہ دعوی (ابن ابی لیلیٰ کے حد تک) صحیح بھی ہے ؛ چنانچہ ---

- امام احمد کہتے ہیں : کان یحیی بن سعید یضعف ابن ابی لیلی۔ یحیٰ بن سعید کے نزدیک ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہیں۔
- شعبہ کہتے ہیں : ما رأیت احدا اسوأ حفظا من ابن ابی لیلی۔ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے زیادہ برے حافظہ والا کوئی نہیں دیکھا۔

- احمد بن یونس کہتے ہیں : کان زائدۃ لایروی عن ابن ابی لیلی وکان قد ترک حدیثہ۔ زائدہ ابن ابی لیلیٰ سے روایت نہیں کرتے تھے اور اس کی حدیثوں کو چھوڑ دیتے تھے۔
- عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل کہتے ہیں : ابن ابی لیلی کان سیئ الحفظ، مضطرب الحدیث۔ ابن ابی لیلیٰ برے حافظہ والا اور مضطرب الحدیث ہے۔
- یحیٰ بن معین کہتے ہیں : ابن ابی لیلی لیس بذاک۔ ابن ابی لیلیٰ کی کوئی حیثیت نہیں۔
- عبد الرحمن کہتے ہیں : کہ میرے والد نے کہا: ابن ابی لیلی محلہ الصدق، کان سیئ الحفظ، شغل بالقضاء فساء حفظہ، لایتہم بشیء من الکذب۔ ابن ابی لیلیٰ برے حافظہ والا ہے، لیکن جھوٹ سے متہم نہیں ہے۔
- ابن حبان کہتے ہیں : کان ردی الحفظ، کثیر الوھم، فاحش الخطا، ترکہ احمد بن حنبل ویحیی بن معین۔ ابن ابی لیلیٰ خراب حافظہ والا، زیادہ وہم کرنے والا، فحش غلطی کرنے والا ہے، امام احمد اور یحیٰ بن معین نے اس کو چھوڑ دیا۔
- امام احمد کہتے ہیں : ضعیف الحدیث ومضطرب الحدیث۔ حدیث میں ضعیف ہے۔
- یحیٰ بن یعلی المحاربی کہتے ہیں : کہ زائدہ نے ابن ابی لیلیٰ، جابر جعفی اور کلبی سے روایت کرنے سے منع فرمایا۔
- دار قطنی کہتے ہیں : کان ردی الحفظ، کثیر الوھم۔ خراب حافظہ اور زیادہ وہم کرنے والا ہے۔
- امام نسائی اور ابو زرعہ کہتے ہیں : لیس بالقوی۔ وہ مضبوط نہیں ہے۔
- ابن مدینی کہتے ہیں : کان سیئ الحفظ، واھی الحدیث۔ برے حافظہ اور واہی حدیث والا ہے۔
- ابو احمد الحاکم کہتے ہیں : عامۃ احادیثہ مقلوبۃ۔ اس کی اکثر حدیثیں مقلوب ہیں۔
- ابن جریر طبری کہتے ہیں : لایحتج بہ۔ وہ قابل استدلال نہیں۔

- ساجی کہتے ہیں : کان سیئ الحفظ لا یتعمد الکذب فی حدیثه لم یکن حجة۔ برے حافظہ والا ہے، اس کی حدیثیں قابل استدلال نہیں۔
- ابن خزیمہ کہتے ہیں : لیس بالحافظ۔ وہ حافظ نہیں۔
- یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں : سیئ الحفظ جدا۔
- امام احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں : کان فقیها صدوقا صاحب سنة جائز الحدیث قارئا عالما۔ ابن ابی لیلیٰ فقیہ، صدوق، سنت کے پابند، جائز الحدیث قاری اور عالم ہیں۔
- یعقوب بن سفیان کہتے ہیں : ثقة عدل فی حدیثه بعض المقال لین الحدیث عندهم۔ ابن ابی لیلیٰ ثقہ عادل ہیں، محدثین کے نزدیک ان کی حدیثوں میں کچھ کمزوریاں ہیں۔
- احمد بن یونس کہتے ہیں : کان افقه اهل الدنیا۔ وہ دنیا والوں کے فقیہ ہیں۔
- علامہ ذہبی لکھتے ہیں : عبد الرحمن بن ابی لیلی صدوق، امام، سیئ الحفظ، وقد وثق، روی عن الشعبی وعطاء والحکم، وعنه شعبة ووکیع وابونعیم۔ یعنی ابن ابی لیلیٰ صدوق، امام، برے حافظہ والے ہیں، ان کی توثیق کی گئی ہے، انہوں نے امام شعبی، عطاء اور حکم سے روایت کیا او ران سے شعبہ، وکیع اور ابو نعیم نے روایت کیا۔
- امام ترمذی ابن ابی لیلیٰ کی ایک روایت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں : کہ یہ حدیث حسن ہے۔
- علامہ ذہبی کہتے ہیں : قول الترمذی اولی۔ امام ترمذی کا قول بہتر ہے (یعنی ابن ابی لیلیٰ کی حدیث حسن ہے، ضعیف نہیں)اور حسن حدیث بالاتفاق حجت اور قابل استدلال ہے۔

(الجرح والتعدیل ۷/۳۲۳نمبر ۱۷۴۰ ، المجروحین لابن حبان ۲/۲۴۳نمبر ۹۲۱، تہذیب التہذیب ۹/۳۰۲نمبر ۵۰۳، میزان الاعتدال ۳/۶۱۳نمبر ۷۸۲۵)

مذکورہ بالا اقوال اور علامہ ذہبی، احمد بن عبداللہ عجلی، یعقوب بن سفیان، احمد بن یونس اور امام ترمذی کی تحسین و توثیق سے معلوم ہوا کہ ابن ابی لیلیٰ کی یہ روایت درجہ حسن سے کم نہیں، اس لئے کہ ان پر جو جرحیں کی گئی ہیں ان کا تعلق سوء حفظ سے ہے، اور سوء حفظ کے شکار راوی کا اگر کوئی متابع ہو، تو اس کی حدیث حسن لغیرہ ہوتی ہے، جو بالاتفاق مقبول ہے۔

"نزہۃالنظر فی توضیح نخبۃالفکر" میں ہے :

متی توبع سیي الحفظ بمعتبر کان یکون فوقه او مثله لادونه و کذالمختلط الذی لایتمیز و المستور ..... صار حدیثهم حسنا لالذاته بل وصفه بذلك باعتبار المجموع من المتابع و المتابَع (۷۴)

سیِي الحفظ راوی کی متابعت کسی معتبر راوی سے ہو جائے اس طور سے کہ وہ اس سے بڑھا ہوا ہو یا اس کے برابر ہو اس سے کم تر نہ ہو تو متابع اور متابَع کے مجموعہ سے وہ حدیث حسن لغیرہٖ ہو جائے گی۔اور یہاں حضرت عبداللہ بن عمر، اور حضرت انس وغیرہ کی روایت بطور متابع موجود ہے۔

دوسرے ( بخاری، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے )راوی منہال بن عمرو، جنہیں علامہ ابن حزم نے متکلم فیہ کہا ہے۔ان کے بارے میں۔۔۔

- امام احمد کہتے ہیں :یحیی بن معین اور امام نسائی نے کہا: ثقة۔وہ ثقہ ہیں۔
- امام دار قطنی کہتے ہیں : صدوق۔وہ صدوق ہیں۔ابن حبان ثقات میں ذکر کیا ہے۔امام احمد اور عجلی کہتے ہیں : ثقة۔وہ ثقہ ہیں۔
- علامہ ذہبی منہال بن عمرو کی ایک روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں : اسنادہ صالح۔اس کی سند ٹھیک ہے۔

اس کے برخلاف "تہذیب التہذیب" میں ابن ابی خیثمہ عن سلیمان بن ابی شیخ عن [محمد بن عمرالحنفی] عن ابراہیم بن عبید الطنافسی کی سند سے لکھا ہے :

مغیرہ نے منہال بن عمرو سے روایت کرنے سے منع کیا اور کہا کہ دو درہم پر بھی اس کی گواہی جائز نہیں۔

اس کا جواب دیتے ہوئے ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

قلت محمد بن عمر الحنفی راوی الحکایة فیه نظر۔

کہ اس واقعہ کا راوی محمد بن عمر حنفی ہے، جو خود مجروح اور محل نظر ہے۔

دوسرا واقعہ ابن ابی حاتم کے حوالہ سے لکھا ہے، جس کی وجہ سے خود انہوں نے منہال کو ضعفاء میں شمار کیا ہے، وہ واقعہ یہ ہے :

قال عبداللہ بن احمد سمعت ابی یقول ترک شعبة المنهال بن عمرو وعلی عمد قال ابن ابی حاتم لانه سمع من دارہ صوت قراءۃ بالتطریب۔

یعنی عبداللہ بن احمد کہتے ہیں : کہ میں نے اپنے والد امام احمد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ، شعبہ نے منہال بن عمرو سے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا، ابن ابی حاتم کہتے ہیں : کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ شعبہ نے ان کے گھر سے گانے کی آواز سنی تھی۔

علامہ ابن حجر اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

لیس علی المنهال حرج فیما حکی ابن ابی حاتم۔۔۔فان هذا لیس بجرح الا ان تجاوز الی حد التحریم ولم یصح ذلك عنه وجرحه هذا تعسف ظاهر وقد وثقه بن معین والعجلی وغیرهما۔

یعنی ابن ابی حاتم کی نقل کردہ حکایت کی وجہ سے منہال پر جرح نہیں کی جا سکتی، اس لئے کہ اس فعل کی وجہ سے منہال اس وقت مجروح ہوتے جب ان کا یہ فعل تحریم کی حد تک پہنچ جاتا، حالاں کہ ایسا کچھ صحیح طور پر ثابت نہیں ہے، اور اس کی وجہ سے ان پر جرح کرنا بالکل نا انصافی ہے (خصوصاً ایسے وقت جب کہ) یحیٰ بن معین اور امام عجلی وغیرہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

علامہ ذہبی اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

هذالایوجب غمز الشیخ۔

اس واقعہ کی وجہ سے شیخ پر جرح ثابت نہیں ہوتی۔

(تہذیب التہذیب ۱۰/۳۲۰ نمبر ۵۵۵، میزان الاعتدال ۴/۱۹۲ نمبر ۸۸۰۶، تہذیب الکمال ۲۸/۵۷۰ نمبر ۶۲۱۰، الجرح والتعدیل ۸/۳۵۷ نمبر ۳۴۱۶)

علامہ ذہبی اور علامہ ابن حجر کے فیصلہ سے معلوم ہوا کہ منہال بن عمرو بخاری، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے ثقہ اور صدوق راوی ہیں، اور ابن ابی حاتم کا انہیں ضعفاء میں شمار کرنا اور علامہ ابن حزم کا متکلم فیہ کہہ کر ان کی روایت کورد کر دینا تحکم اور جرح بے جا ہے۔

(۱۰)احکام القرآن طحاوی سے : حدثنا احمد بن ابی عمران قال حدثنا عبید اللہ بن محمد التیمی قال حدثنا حماد بن سلمہ بن کھیل عن حجتہ عن علی قال النحر ثلثۃ ایام۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

(۲/۲۰۰ تاویل قولہ تعالی وا ذکروا اللہ فی ایام معلومات)

(۱۱)دوسری روایت: حدثنا اسماعیل بن اسحاق بن سھیل الکوفی قال حدثنا عبید اللہ بن موسی العبسی قال اخبرنا ابن ابی لیلی عن المنہال بن عمرو عن زر بن حبیش عن علی بن ابی طالب قال:الایام المعلومات یوم النحر و یومان بعدہ اذبح فی ایہما شیت وافضلہا اولہا۔

''معلوم دن'' قربانی اور اس کے بعد دودن ہیں، ان میں جس میں چاہے قربانی کرے، افضل پہلا دن ہے۔

(۲/۲۰۰ تاویل قولہ تعالی واذکروا اللہ فی ایام معلومات)

# چوتھی دلیل: حضرت انس کا اثر

(۱۲) المحلی بالآثار سے : من طریق وکیع عن شعبہ عن قتادہ عن انس قال الاضحی یوم النحر ویومان بعدہ (۶/۴ ۔ مسألة التضحية ليلا ونهارا)

قربانی یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کے بعد دو دن ہے۔ علامہ ابن حزم ظاہری کے بقول یہ حدیث صحیح ہے۔

(۱۳) احکام القرآن طحاوی سے : حدثنا ابراهيم بن مرزوق قال حدثنا محمد بن الفضل السدوسي عارم قال حد ثنا ابوعارم قال حدثنا ابوهلال قال حدثنا قتادہ عن انس بن مالك قال یضحی بعدالنحر بیومین۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ: دسویں تاریخ کے بعد دو دن قربانی کی جائے گی۔
(۲/۲۰۵)

(۱۴) دوسری سند: حدثنا محمد بن خزيمه قال حدثنا مسلم بن ابراهيم الازدي قال حدثنا هشام الدستوائی عن قتادہ عن انس قال الذبح بعد العید یومان۔ قربانی عید کے بعد دو دن ہے۔
(۲/۲۰۶)

(۱۵) سنن کبری سے :اخبرنا ابونصر بن قتادہ اخبرنا ابوعمرو بن نجید اخبرنا ابومسلم حدثنا عبدالرحمن بن حماد حدثنا سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال الذبح بعد النحر یومان۔

قربانی دسویں تاریخ کے بعد دو دن ہے۔　　(سنن کبری ۵۰۰/۹ نمبر ۱۹۲۵۵)

# پانچویں دلیل: حضرت عبداللہ بن عباس کا اثر

(۱۶) المحلی بالآثار سے : من طریق ابن ابی شیبہ ناهشیم عن [ابی حمزہ] عن حرب بن ناجیہ عن ابن عباس ایام النحر ثلاثة ایام۔

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں : قربانی تین دن ہے۔ (۴۰/۶ مسألۃ التضحیۃ لیلا ونہارا)

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابن حزم فرماتے ہیں :

عن ابن عباس من طریق ابی حمزہ وھو ضعیف۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی مذکورہ روایت کی سند میں (مسلم اور جزء رفع یدین للبخاری کے ) راوی ابی حمزہ ہیں، جو ضعیف ہیں۔

لیکن ابو حمزہ کے بارے علی الاطلاق ضعف کا حکم لگا دینا اور ان کی روایت کو ضعیف کہہ کر یکسر نظر انداز کر دینا صحیح نہیں، اس لئے کہ ابو حمزہ کے بارے میں جہاں امام ابوداؤد نے "ضعیف"، امام نسائی اورامام ابوحاتم نے "مضبوط نہیں ہے " اور امام ابوزرعہ نے "کمزور ہے " کہا ہے، وہیں کچھ ائمہ جرح و تعدیل نے ان کی توثیق بھی کی ہے ؛

- امام احمد کہتے ہیں : لیس بہ بأس صالح الحدیث۔ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، وہ صالح الحدیث ہیں۔
- یحییٰ بن معین اور ابن نمیر کہتے ہیں : ثقۃ۔ ثقہ ہیں۔
- علامہ ذہبی لکھتے ہیں : قد وثق۔ان کی توثیق کی گئی ہے۔
- ابن حجر کہتے ہیں : صدوق لہ اوھام۔ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ۱۳۶/۸نمبر۲۳۴، تقریب التہذیب ۴۳۰/۱ نمبر ۵۱۶۳، الجرح والتعدیل ۳۰۲/۶ نمبر ۱۶۸۱، تہذیب الکمال ۳۴۲/۲۲ نمبر ۴۴۹۷، میزان الاعتدال ۲۳۵/۳ نمبر ۶۲۹۷)

اور توثیق کے رہتے ہوئے امام ابوداؤد اور امام نسائی وغیرہ کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے کہ وہ جرحیں مبہم ہیں اور تعدیل کی موجودگی میں جرح مبہم محدثین کے نزدیک مقبول نہیں ؛ چنانچہ۔۔۔

- ”مقدمہ لابن صلاح“ میں ہے : اما الجرح فانہ لایقبل الامفسرا مبین السبب (۱/۱۰۶)۔
- ”تدریب الراوی“ میں ہے : یقبل التعدیل من غیر ذکر سببہ علی الصحیح المشھور ولا یقبل الجرح الامبین السبب (۱/۳۵۹)۔
- ”نخبۃ الفکر“ میں ہے : الجرح مقدم علی التعدیل ان صدر مبینا من عارف باسبابہ فان خلا عن التعدیل قبل مجملا علی المختار (۴/۷۲۶)
- ”شرح نخبۃ الفکر للقاری، ، میں ہے : وان (صدر) ای الجرح (من غیر عارف بالاسباب لم یعتبر) ای جرحہ (بہ) ای بالاجمال من غیر تفسیر (ایضا)۔ ۔ ۔ (فان خلا المجروح عن التعدیل قبل الجرح فیہ مجملا غیر مبین السبب) بان یقول متروک اولیس باقوی ونحوھما (۱/۷۴۲)
- ”النکت علی مقدمہ ابن صلاح للزرکشی“ میں ہے : اذا ضعف رجلا فانظر ھل وافقہ غیرہ علی تضعیفہ.فان وافقہ ولم یؤثق ذلک احد من الحذاق فھو ضعیف وان وثقہ آخر فھو الذی قالو الا یقبل فیہ الجرح الا مفسرا یعنی لایکفی فیہ قول ابن معین مثلا ھو ضعیف ولم یبین سبب ضعفہ (۳/۴۳۸)
- ”فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث“ میں ہے : ینبغی تقیید الحکم بتقدیم الجرح بما اذا فسر۔ ۔ ۔ اما اذا تعارضا من غیر تفسیر فالتعدیل (مقدم) (۲/۳۳)

مذکورہ بالا تمام عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی راوی کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل سے صرف جرح ہی منقول ہے، تعدیل منقول نہیں، تو وہ جرح قبول کی جائے گی خواہ جرح مبہم ہو یا مفسر؛ لیکن اگر جرح و تعدیل دونوں منقول ہوں، یعنی کچھ لوگوں نے تضعیف کی ہو اور کچھ ائمہ نے تعدیل و توثیق کی ہو، تو دیکھا جائے گا کہ ضعیف کہنے والوں نے اس کی وجہ کا بھی ذکر کیا ہے یا نہیں، اگر جرح کی وجہ بھی ذکر کی ہو، تو وہ جرح قبول کر لی جائے گی، خواہ تعدیل مبہم ہو یا مفسر۔اور اگر سبب جرح نہ بیان کیا ہو؛ بل کہ مثلاً صرف یہ کہہ دیا ہو کہ ” وہ ضعیف ہے “ یا ”وہ قوی نہیں ہے “ یا ”وہ متروک ہے “ تو یہ جرح

مبہم مردود ہو گی اور تعدیل مقبول۔اور جب جرح مبہم مقبول نہیں، تو یہ روایت بھی ضعف سے خالی اور قابل استدلال ہو گی۔

(۱۷)دوسری سند: من طریق وکیع عن ابن ابی لیلی عن المنھال عن سعید بن جبیر عن ابن عباس النحر ثلاثة ایام (۴۰/۶)

ابن عباس سے روایت ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

(۱۸)احکام القرآن طحاوی سے :حدثنا فھد بن سلیمان قال حدثنا محمد بن سعید بن الاصبھانی قال حدثنا شریك بن عبد الله عن میسرة عن المنھال بن عمرو عن سعید بن جبیر قال ابن عباس قال الاضحی ثلاثة ایام (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: قربانی تین دن ہے۔

(۱۹)احکام القرآن للجصاص سے : حدثنا ابراھیم بن مرزوق قال حدثنا وھب بن جریر قال حدثنا شعبة عن میسرة بن حبیب عن المنھال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال النحر یومان بعد یوم النحر وافضلھا یوم النحر۔

ابن عباس کہتے ہیں : قربانی یوم النحر کے بعد دو دن ہے، افضل یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) ہے۔(احکام القرآن للجصاص ۲/۲۰۵)

# چھٹی دلیل: حضرت عمر کا اثر

(۲۰)المحلی بالآثار سے : من طریق ابن ابی شیبہ نا جریر عن منصور عن مجاھد عن [مالك بن ماعز] او [ماعز بن مالك] الثقفی ان اباہ سمع عمر یقول: انما النحر فی ھذہ الثلاثة الایام۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ قربانی صرف انہی تین دنوں میں ہے۔ (المحلی بالآثار ۶/۴۰)

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابن حزم فرماتے ہیں :

عن عمر من طریق مجھول --عن ابیہ-- مجھول ایضا۔ یعنی حضرت عمر کی مذکورہ حدیث میں ایک راوی مالک بن ماعز یاماعز بن مالک مجہول ہے، جس کی وجہ سے یہ روایت قابل استدلال نہیں۔

لیکن مالک بن ماعز یز یاماعز بن مالک کو مجہول قرار دے کر حضرت عمر کی مذکورہ روایت کو بالکل نظر انداز کر دینا صحیح نہیں، اس لئے کہ اس روایت میں ان سے روایت کرنے والے مشہور تابعی حضرت مجاہد ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک بن ماعز یا ماعز بن مالک اگر تابعی نہیں تو کم از کم تبع تابعی ضرور ہوں گے، اور تابعی یاتبع تابعی کی جہالت سے روایت پر اتنا اثر نہیں پڑتا، جتنا بعد کے رواۃ کی جہالت سے اثر پڑتا ہے، خصوصاً ایسے وقت جب کہ اس سے روایت کرنے والے زمانہ خیر القرون کے مجاہد جیسے تابعی ہوں ؛ چناں چہ " الغایۃ فی شرح الھدایۃ فی علم الروایۃ" میں ہے :

ووقع فی عبارۃ ابن کثیر : ان المبھم الذی لم یسم او سمی ولا یعرف عینہ لا تقبل روایتہ عند احد علمناہ، ولکنہ اذا کان فی عصر التابعین والقرون المشھود لھم بالخیر فانہ یستأنس بروایتہ ویستضاء بھا فی مواطنہ۔۔۔۔۔۔ وکذا قال شمس الائمہ من الحنفیۃ وقلنا المجھول من القرون الثلاثۃ عدل بتعدیل صاحب الشریعۃ ایاہ مالم یتبین منہ مایزیل عدالتہ فیکون خبرہ حجۃ (۱/۱۲۶)۔ "فتح المغیث" میں ھے : بل ظاھر کلام ابن کثیر الاتفاق علیھم، حیث قال: المبھم الذی لم یسم او سمی ولا تعرف عینہ: لا تقبل روایتہ احد علمناہ، نعم قال انہ اذا کان فی عصر التابعین والقرون المشھود لاھلھا بالخیریۃ فانہ یستأنس بروایتہ ویستضاء بھا فی مواطن (۲/۴۷)

"الیواقیت والدرر" میں ہے : قال الشیخ قاسم:ان کان الذی انفرد راوواحد من التابعین ینبغی ان یقبل خبرہ ولایضرہ ماذکرہ المصنف لانھم قبلوا المبھم من الصحابۃ وقالوا کلھم عدول واستدل لہ الخطیب فی الکفایۃ بخبر "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم" وھذا بعینہ جار فی التابعی فیکون الاصل العدالۃ الی ان یقوم دلیل الجرح والاصل لایترک للاحتمال (۲/۱۴۵)

ملا علی قاری ”شرح نخبۃ الفکر“ میں ۵۱۶/۱ پر یہی عبارت لکھنے کے بعد ص۵۱۹ پر [مجہول الحال۔المستور] کے تحت لکھتے ہیں :

حاصل الخلاف ان المستور من الصحابة والتابعين واتباعهم يقبل بشهادتهم صلى الله تعالى عليه وسلم لهم بقوله "خير القرون قرني ثم الذين يلونهم" وغيرهم لا يقبل الا بتوثيق وهو تفصيل حسن۔ "قفو الاثر في صفوة علوم الاثر" میں ہے : اما المستور وهو عندنا من كان عدلا في الظاهر ولم تعرف عدالته في الباطن مطلقا سواء انفرد با الرواية عنه واحد اوروى عنه اثنان فصاعدا فحكم حديث الانقطاع الباطن وعدم القبول الا في الصدر الاول (۸۶/۱)۔

تمام عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی راوی صحابہ، تابعین یا اتباع تابعین کے روات میں سے کسی راوی کا نام نہ ذکر کرے، یا نام تو ذکر کرے ؛لیکن اس کا حال معلوم نہ ہو کہ وہ عادل ہے یا نہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی تعدیل [سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، اس کے بعد جو اس سے متصل ہے، اس کے بعد جو اس سے متصل ہے ] کی وجہ سے اس کو عادل سمجھا جائے گا، اور اس کی روایت مقبول ہو گی، خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ اس سے روایت کرنے والا بھی زمانہ خیر القرون کا ہو۔ بہر حال اس روایت کے راوی مالک بن ماعز یا ماعز بن مالک مجہول تو ہیں ؛ لیکن زمانہ خیر القرون کا ہونے کی وجہ سے، اور مجاہد جیسے تابعی کا ان سے روایت کرنے کی وجہ سے یہ حدیث متروک نہیں قرار دی جا سکتی۔

## ساتویں دلیل: حضرت ابو ہریرہ کا اثر

(۲۱) المحلی بالآثار سے : من طريق ابن ابي شيبه نا زيد بن الحباب عن [معاويه بن صالح] حدثني [ابو مريم] سمعت اباهريرة يقول الاضحى ثلاثة ايام (المحلى بالآثار ۴۰/۶)۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ قربانی تین دن ہے۔

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں :

من طریق ابی ھریرہ عن معاویہ بن صالح ولیس بالقوی --عن ابی مریم --وھو مجھول۔

یعنی حضرت ابو ہریرہ کی مذکورہ روایت کی سند میں ایک (مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور جزء القرآت للبخاری کے ) راوی معاویہ بن صالح قوی نہیں ہیں، اور دوسرے (الادب المفرد للبخاری، ابوداؤد اور ترمذی کے ) راوی ابو مریم مجہول ہیں۔

معاویہ بن صالح اور ابو مریم کی محدثین اور ماہرین اسماء الرجال کے نزدیک کیا حیثیت ہے ؟اور علامہ ابن حزم کی جرح کس حد تک صحیح ہے، یہ جاننے کے لئے فن اسماء الرجال کی کتابوں سے دونوں کا پورا ترجمہ اور تعارف لکھا جاتا ہے، فیصلہ قارئین کے انصاف پر ہے۔

معاویہ بن صالح جنہیں علامہ ابن حزم نے لیس بالقوی (مضبوط نہیں ہے ) کہا ہے، ان کے بارے میں۔۔۔

- ابن مدینی کہتے ہیں : کان عبدالرحمن یؤثق معاویۃ بن صالح۔ عبدالرحمن معاویہ بن صالح کو ثقہ کہتے ہیں۔
- امام احمد، امام عجلی، یحیٰ بن معین، عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں : ثقۃ۔ وہ ثقہ ہیں۔
- امام بزار کبھی لیس بہ بأس ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور کبھی ثقۃ کہتے ہیں۔
- ابن سعد کہتے ہیں : کان ثقۃ کثیر الحدیث۔ ثقہ، کثیر الحدیث ہیں۔
- ابن عدی کہتے ہیں : لہ حدیث صالح وما أری بحدیثہ بأسا وھو عندی صدوق الا انہ یقع فی حدیثہ افرادات۔ ان کی حدیثیں ٹھیک ہیں، میں ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، وہ میرے نزدیک سچے ہیں ؛ البتہ ان کی حدیثوں میں کچھ تفردات ہیں۔
- ابن خراش کہتے ہیں : صدوق۔ سچے ہیں۔
- ابن ابی خثیمہ یحیٰ بن معین کے حوالہ سے فرماتے ہیں : صالح۔

- ابوزرعہ رازی کہتے ہیں : ثقة محدث۔ ثقہ محدث ہیں۔
- امام نسائی کہتے ہیں : لاباس به۔ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
- ابن عدی کہتے ہیں کہ عبد الرحمن کہتے ہیں : میرے والد کہتے تھے : صالح الحدیث، حسن الحدیث، یکتب حدیثه ولا یحتج به۔ صالح الحدیث اور حسن الحدیث ہیں، ان کی حدیثیں لکھی جائیں گی لیکن استدلال نہیں کیا جائے گا۔
- یحیٰ بن معین کہتے ہیں : کان یحیی بن سعید لا یرضی معاویة بن صالح۔ یحیٰ بن سعید معاویہ بن صالح کو پسند نہیں کرتے تھے۔
- یحیٰ بن سعید کہتے ہیں : ما کنا نأخذ عنه۔ ہم اس سے روایت نہیں کرتے۔
- یحیٰ بن معین کہتے ہیں : معاویة بن صالح لیس برضا۔ معاویہ بن صالح پسندیدہ نہیں ہے۔

(الجرح والتعدیل ۸/۳۸۳ نمبر ۱۷۵۰ ، الکامل فی ضعفاء الرجال ۸/۱۴۶ نمبر ۱۸۸۸، تہذیب الکمال ۲۸/۱۹۶ نمبر ۶۰۵۹، تہذیب التہذیب ۱۰/۲۰۹ نمبر ۳۸۹)

ائمہ جرح و تعدیل کی مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ معاویہ بن صالح ضعیف راوی نہیں ؛ بلکہ ثقہ ہیں اور بعض ائمہ سے جو جرح منقول وہ خفیف اور ہلکی ہے، جس کی وجہ سے ان کی روایت اگر صحیح نہیں تو حسن درجہ سے کم نہیں ہو گی جو بالاتفاق قابل استدلال ہے۔

دوسرے راوی ابو مریم جنہیں علامہ ابن حزم مجہول کہا ہے، ان کے بارے میں۔۔۔

- ”تقریب التہذیب“ میں ہے: ابومریم الانصاری اوالحضرمی خادم مسجد دمشق اوحمص وقیل اسمه عبدالرحمن بن ماعز ویقال مولی ابی هریرة وهو ثقة من الثانیة [بخ، د، ت] (۱/۶۷۲ نمبر ۸۳۵۷)
- ”تہذیب التہذیب“ میں ہے : [بخ، د، ت] ابو مریم الانصاری ویقال الحضرمی الشامی صاحب القنادیل خادم مسجد دمشق او حمص۔۔۔۔۔ قال ابن ابی حاتم اسمه عبد الرحمن بن ماعز۔۔۔۔ روی عن ابی هریرة

وجابروعنه حريز بن عثمان وصفوان بن عمرو۔۔۔۔۔۔ ومعاويه بن صالح، قال الاثرم عن احمد فالوا الى بحمص ابو مريم الذى روى عنه معاويه بن صالح معروف عندناوقال الميمونى عن احمد رأيت اهل حمص يحسنون الثناء عليه ويقولون انه كان قيمابشان مسجدهم وقال العجلى ابو مريم مولى ابى هريره ثقة (۱۲/۲۳۲ نمبر ۱۰۴۹)

- ''الجرح والتعدیل'' میں ہے : ابومريم خادم مسجد دمشق روى عن ابى هريره (۹/۴۳۷ نمبر ۲۱۸۷)
- ''میزان الاعتدال'' میں ہے : ابو مريم الانصارى [بخ،د،ت] ويقال الحضرمى القناديلى قيم جامع دمشق قال ابن ابى حاتم اسمه عبد الرحمن بن ماعز ادرك علياوروى عن ابى هريره وجابر وعنه يحيى بن ابى عمرو الشيبانى ومعاوية بن صالح وحريز بن عثمان وصفوان بن عمرو۔ قال احمد بن حنبل رأيت اهل بلده يحسنون الثناء عليه ويزعمون انه كان قيم مسجدهم،وقال العجلى ثقة (۴/۵۷۲ نمبر ۱۰۵۹۶)
- ''تہذیب الکمال'' میں ہے : ابو مريم الانصارى ويقال الحضرمى الشامى صاحب القناديل خادم مسجد دمشق ويقال خادم مسجد حمص قال عبدالرحمن بن ابى حاتم اسمه عبدالرحمن بن ماعز، ادرك على بن ابى طالب، روى عن جابر بن عبدالله وابى هريره [بخ،دت] روى عنه حريز بن عثمان الرحبى وصفوان بن عمرووفرج بن فضاله ومعاويه بن صالح ويحيى بن ابى عمرو الشيبانى۔ قال ابوبكر الاثرم عن احمد بن حنبل: فالوا الى بحمص ابو مريم الذى روى عنه معاوية بن صالح معروف عندنا۔ وقال ابو الحسن الميمونى: سألت احمد بن حنبل ابى مريم الذى يروى عن ابى هريره قال رأيت اهل حمص يحسنون الثناء عليه۔ قال العجلى ابو مريم مولى ابى هريره تابعى ثقة(۳۴/۲۸۲ نمبر ۷۶۱۹)

یعنی ابومریم انصاری [جوالادب المفرد للبخاری، ابوداؤد اور ترمذی کے راوی ہیں ] جن کا نام عبدالرحمن بن ماعز ہے، انہی کو حضرمی، شامی اور صاحب القنادیل کہا جاتا ہے، حضرت علی بن ابی طالب کازمانہ پایا، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا، اور ان سے حریز بن عثمان، صفوان بن عمرو، فرج بن فضالہ، معاویہ بن صالح اور یحییٰ بن عمرو شیبانی نے روایت کیا۔ابو بکر الاثرم اور ابو الحسن میمونی کہتے ہیں کہ امام احمد کہتے ہیں : ابو مریم جن سے معاویہ بن صالح نے روایت کیا ہے وہ ہمارے نزدیک معروف و مشہور ہیں، میں نے ان کے شہر اہل حمص والوں کو دیکھا کہ ان کی خوب تعریف کرتے ہیں۔

- امام عجلی اور ابن حجر کہتے ہیں : وہ ثقہ ہیں۔

اتنی صراحت اور اتنے تلامذہ کے ان سے روایت کرنے کے باوجود اگر وہ مجہول ہوں تو شاید جارح بھی اس جہالت (مجہول ہونے )سے نہ بچ سکے۔

یہ تمام روایات چوں کہ ایسی ہیں، جن میں اجتہاد و رائے کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ کی مرفوع حدیث کے درجہ میں ہیں ؛ "مختصر اختلاف العلماء" میں ہے :

ان مثله لا يقال من جهة الرأي فدل انه توقيف (۲۱۸/۳ نمبر ۱۳۱۸)

"شرح الزرقانی علیا لموطا" میں ہے :

قال الطحاوي مثل هذا لا يكون رأيا فدل انه توقيف (۱۱۹/۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں :

ایسی باتیں رائے سے نہیں کہی جاتیں ؛ تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے سن کر ہی بیان کیا ہو گا۔

"روح المعانی" میں ہے :

وقد قالوه سماعا لان الرأي لا يهتدي الى المقادير (۱۳۸/۹)

صحابہ نے یہ حدیث سن کر ہی بیان کیا ہو گا، اس لئے کہ رائے سے مقداری وتحدیدی چیزوں کو نہیں بیان کیا جاتا۔اور حدیث مرفوع خواہ حقیقی ہو یا حکمی، اگر صحیح سند سے ثابت ہو تو اس پر عمل کرنا بشمول اہل حدیث و اصحاب ظواہر بالاتفاق واجب اور ضروری ہے۔

# دیگر وجوہِ ترجیح

(۱) تین دن کی روایات میں کوئی اضطراب نہیں، جب کہ چار دن کی روایات یا تو سنداً مضطرب ہیں یا متکلم فیہ (اضطراب یہ ہے جبیر بن مطعم کی حدیث کی کسی سند میں سلیمان بن موسی اور جبیر بن مطعم کے درمیان عبدالرحمن کا واسطہ ہے، کسی میں نافع بن جبیر کا، کسی میں عمرو بن دینار کا، کسی میں بغیر کسی واسطہ کے سلیمان بن موسی جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں۔اور ابو سعید و ابوہریرہ کی حدیث ایک ہی ہے، لیکن مدار مسند ابوہریرہ ہیں یا ابوسعید؟ یہ متعین نہیں، راوی کبھی ابوہریرہ کو مدار بناتا ہے کبھی ابو سعید کو۔متکلم فیہ اس وجہ سے ہے کہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سوید بن عبدالعزیز، ابو معید حفص بن غیلان، سلیمان بن موسی، اور حضرت ابوسعید و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی حدیث میں معاویہ بن یحیٰ جیسے ضعیف و متکلم فیہ راوی موجود ہیں، تفصیل گذر چکی ہے ۔)

(۲) احادیث کے تعارض کے وقت، آثار صحابہ اور تعامل صحابہ کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور اکثر صحابہ کرام؛ بلکہ بقول امام طحاوی تمام صحابہ کرام تین ہی دن کے قائل تھے ؛ چناں چہ امام طحاوی لکھتے ہیں :

لم یروعن غیرھم من الصحابۃ خلافہ (مختصر اختلاف العلماء ۲۱۸/۳ نمبر ۱۳۱۸)

یعنی کسی صحابی سے تین دن کے خلاف (چار دن) کی روایت نہیں۔"احکام القرآن" میں ہے :

ولانعلمہ روی عن احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا المعنی خلاف ھذا القول

(۲۰٦/۲ نمبر ۱۵۷۵)

یعنی ہمیں نہیں معلوم کہ صحابہ کرام میں سے کسی سے تین دن کے خلاف چار دن کی روایت مروی ہو۔

(۳) کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے ثابت نہیں کہ خود حضور ﷺ نے چوتھے دن قربانی کی ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو، جیسا کہ امام بزار کی عبارت گذر چکی ہے۔اگر چوتھے دن قربانی جائز ہوتی تو کبھی بیان جواز کے لئے ضرور آپ ایسا کرتے۔

(۴) کسی صحیح سند سے منقول نہیں کہ کسی صحابی نے چوتھے دن قربانی کی ہو، اور شرع میں کسی چیز کا منقول نہ ہونا خود اس کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے۔

(۵) صحاح ستہ؛ بلکہ حدیث کی اکثر کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی یہ حدیث موجود ہے :

لایاکل احد من لحم اضحیته فوق ثلاثة ایام (مسلم ۳/۱۵۶۰ نمبر ۱۹۷۰)

یعنی شروع میں آپ نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے اور اس کی ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا تھا۔اگر چار دن تک قربانی جائز ہوتی تو منع کرنے کا کوئی مطلب نہیں تھا۔

(۶) تین دن قطعی و یقینی اور متفق علیہ ہے اور چوتھا دن مشکوک و مختلف فیہ؛ لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ متیقن اور متفق علیہ پر عمل کیا جائے اور مشکوک و مختلف فیہ کو چھوڑ دیا جائے۔

(۷) حضرت جبیر بن مطعم یا حضرت ابوہریرہ وغیرہ کی حدیث اور اہل حدیث علماء کی کتب و عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھے دن قربانی کرنا صرف جائز ہے، واجب اور ضروری نہیں۔یعنی اگر کوئی پہلے، دوسرے، یا تیسرے دن قربانی کرے تب بھی قربانی ہو جائے گی۔اس حیثیت سے اگر دیکھا جائے، تب بھی تین دن والی روایات اور جمہور کا مسلک ہی راجح ہو گا، اس لئے کہ تین دن والی روایت پر عمل کر نے سے چار دن والی روایت یا امام شافعی اور اہل حدیث کے مسلک کی مخالفت نہیں ہوتی؛ جب کہ چوتھے دن قربانی کرنے سے تین دن والی روایت کی مخالفت ہوتی ہے ؛ حالاں کہ کسی جائز چیز پر عمل کرنے کے لئے قرآن کریم کی کسی آیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے

دائمی معمول اور صحیح، صریح، مرفوع، متصل حدیث یا اثر کو ٹھکرا دینا اور امت کے اتحاد کو پاش پاش کر دینا بہت بڑی جسارت، دیدہ دلیری اور گناہ کی بات ہے۔

## خلاصہ

(۱) قربانی واجب ہے سنت نہیں۔

(۲) قربانی ہر سال ہر صاحب نصاب پر واجب ہے۔

(۳) نصاب پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے۔

(۴) مالک نصاب کا قربانی نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

(۵) اونٹ، گائے، بھینس سات لوگوں اور دنبہ، بکرا، بکری ایک آدمی کی طرف سے ہو سکتا ہے۔

(۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال قربانی کی ہے۔

(۷) ایام قربانی کے بارے میں بقول امام نووی دور صحابہ سے اور بقول امام طحاوی دور تابعین سے ہی اختلاف ہے۔

(۸) ہند و پاک میں یہ اختلاف بارہ سو سال بعد ہوا، اس سے پہلے یہاں کوئی تین دن سے زیادہ کا قائل نہیں تھا۔

(۹) ائمہ متبوعین میں سے تین امام یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد تین دن کے قائل ہیں، جب کہ شوافع اور آج کے اہل حدیث چار دن کے قائل ہیں۔

(۱۰) امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد اور اکثر صحابہ کرام؛ بل کہ بقول امام طحاوی تمام صحابہ کرام کا مسلک یہ ہے کہ تین دن یعنی ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ تک قربانی کرنا واجب اور ضروری ہے، اگر کوئی شخص ان دنوں میں قربانی نہیں کر سکا تو وہ گنہ گار ہو گا اور چوتھے دن قربانی کرنے سے اس کی قربانی ادا نہیں ہو گی۔

(۱۱) امام شافعی اور جماعت اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ چار دن تک قربانی جائز ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے، دوسرے اور تیسرے دن قربانی کرنے سے ان کے مسلک کے مطابق قربانی نہیں ہو گی؛ بلکہ یہ مطلب ہے کہ چاروں دنوں میں سے جس دن چاہے قربانی کر لے، ادا ہو جائے گی۔

(۱۲) جمہور کی قربانی قرآن کریم، احادیث رسول، آثار صحابہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم اور صحابہ کرام کے دائمی معمول؛ بل کہ خود شوافع اور اہل حدیث کی کتب و عبارات اور ان کے مسلک کے مطابق ہو جاتی ہے۔

(۱۳) چوتھے دن قربانی کرنے والے "اہالیان حدیث" کی قربانی قرآن کریم، احادیث رسول، آثار صحابہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم اور صحابہ کرام کے معمول اور ائمہ متبوعین امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے مسلک کے مطابق ادا نہیں ہوتی۔

(۱۴) تین دن والی روایات یا تو صحیح ہیں یا حسن، جب کہ چار دن والی روایات یا تو سنداً مضطرب ہیں یا متکلم فیہ۔

## اہل حدیث علماء کی خدمت میں گذارش

اہل حدیث علماء کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ بخوشی چار دن والی روایت پر عمل کریں ؛لیکن بجائے چوتھے دن کے تیسرے دن ہی قربانی کر لیں، اس سے قرآن کریم کی کسی آیت، نبی کریم ﷺ کی کسی حدیث، صحابہ کرام کے آثار، جمہور اہل اسلام اور ائمہ متبوعین کی مخالفت بھی نہیں ہو گی، آپ کے مسلک کے مطابق بھی قربانی ہو جائے گی، ثواب میں بھی ان شاء اللہ کوئی کمی نہیں آئے گی اور امت کا اتحاد بھی باقی رہے گا۔

# جماعت اہل حدیث سے چند سوالات

اس مسئلہ میں چوں کہ "اہل حدیث" مدعی ہیں، اس لئے ان کی خدمت میں چند سوالات ہیں، جن کا جواب قرآن کریم کی صریح آیت یا صحیح، صریح، مرفوع، متصل حدیث سے دینا اہل حدیث کے ذمہ ضروری ہے، اس لئے کہ ان کے یہاں امتی کا قول پیش کرنا شرک ہے، بے سند باتیں لکھنا اور ماننا بے دینی ہے، قیاس کرنا کارِ شیطانی ہے، اور جواب دینے سے خاموشی اختیار کر لینا گونگے شیطان کا کام ہے ۔

(۱) چوتھے دن قربانی کے جواز پر کوئی صریح آیت یا صحیح، صریح، مرفوع، متصل، غیر معارض حدیث پیش فرمائیں ؟

(۲) کوئی ضعیف حدیث ہی ایسی پیش فرمائیں جس میں آپ نے صراحۃً فرمایا ہو کہ چار دن تک قربانی جائز ہے ؟

(۳) اگر چار دن تک قربانی جائز تھی تو شروع میں نبی کریم ﷺ نے تین دن سے زیادہ گوشت کی ذخیرہ اندوزی سے منع کیوں فرمایا تھا؟

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے کبھی چوتھے دن قربانی کیا ہے یا نہیں ؟اگر ہاں تو کب؟ اگر نہیں تو کیوں ؟

(۵) اگر چار دن تک قربانی جائز ہے تو آپ نے کبھی بیان جواز کے لئے چوتھے دن قربانی کیوں نہیں کی؟

(۶) کسی صحابی نے کبھی چوتھے دن قربانی کیا ہے یا نہیں ؟اگر ہاں تو کب ؟اگر نہیں تو کیوں ؟

(۷) جو صحابہ صرف تین دن قربانی کے قائل تھے ان کے پاس کوئی صحیح حدیث تھی یا نہیں ؟

(۸) جمہور جو صرف تین دن تک قربانی کے قائل ہیں ان کے بارے میں آپ کیا حکم لگائیں گے ؟فاسق؟ بدعتی؟ تارک سنت ؟ یا کچھ اور؟

(۹) جب شروع کے تین ایام میں آپ کے مسلک کے مطابق بھی قربانی ہو جاتی ہے، تو جس مسئلہ پر بارہ سو سال تک مسلمانوں کا اتفاق تھا، کس چیز نے آپ کو ان سے اختلاف پر اکسایا؟

(۱۰) اس اختلاف کی وجہ تقلید ہے یا عدم تقلید و مادر پدر آزادی؟

(۱۱) اگر اختلاف کی وجہ تقلید ہے تو بارہ سو سال تک اختلاف کیوں نہیں ہوا؟

(۱۲) اور اگر وجہ ترک تقلید و مادر پدر آزادی ہے، تو یہ شور اور ڈھنڈورا کیسا کہ اختلاف کی جڑ تقلید ہے؟

ان اريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقي الا بالله

االلهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

والحمد لله اولا وآخرا وصلى الله تعالى على محمد وآله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين

عبد الرشید قاسمی سدھارتھ نگری

یکے از ابنائے قدیم مدرسہ انوار العلوم دھسہا، لہرا، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

یوم الخمیس، مابین العشائین

۲۱/۱۰/۲۰۱۵ء

۷/۱/۱۴۳۷ھ

+91 7408982924



----تمت بالخیر----

ایامِ قربانی صرف تین ہیں: عبد الرشید قاسمی سدھارتھ نگری

کل صفحات: ۳۴

(Including Front & Back Cover)